ماڈیول کی تفصیلات اور اس کا خاکہ
Details of Module and its structure

ماڈیول کی تفصیلات Module Detail	
مضمون کا نام **Subject Name**	اردو **Urdu**
کورس کا نام **Course Name**	ثانوی سطح کے اردو اساتذہ کے لیے آن لائن تربیتی کورس **Online Course for Teachers Teaching Urdu at Secondary Stage**
ماڈیول کا عنوان **Module Name/Title**	اردو قواعد اور فن شاعری **Urdu Qawaid aur Fan-e-shairy**
ماڈیول آئی ڈی **Module ID**	**TUSS_UQF_07**
مقاصد Objective	اس ماڈیول میں اپنے مقاصد کے حصول کے لیے: ➢ اردو قواعد کے اصول اور ضابطوں کا احاطہ کیا جائے گا۔ ➢ قواعد کی تدریس کے مروج طریقوں کے بارے میں بتایا جائے گا۔ ➢ فنِ شاعری کی اہمیت اور افادیت پر روشنی ڈالی جائے گی۔ ➢ علم بیان، صنائع معنوی اور صنائع لفظی کی وضاحت کی جائے گی۔
کلیدی الفاظ **Keywords**	اردو قواعد، علم ہجا، علم صَرف، شعر، مصرعہ، وزن و بحر، قافیہ، ردیف، بند، مطلع اور مقطع، علم بیان، تشبیہ، استعارہ، مجازِ مُرسَل،

ڈیولپمنٹ ٹیم
Development Team

کردار **Role**	نام **Name**	ادارہ **Affiliation**
کورس کو آرڈینیٹر **Course Coordinators**	پروفیسر محمد فاروق انصاری **Prof. Mohd. Faruq Ansari** پروفیسر دیوان حنان خان **Prof. Diwan Hannan Khan**	ڈی ای ایل، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی **DEL, NCERT, New Delhi**
کورس ایڈمنسٹیٹر **Course Administrator**	ڈاکٹر عزیر احمد **Dr. Uzair Ahmad**	ڈی ای ایل، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی **DEL, NCERT, New Delhi**

ماڈیول:7

اردو قواعد اور فن شاعری

فہرست

1 تمہید 3
2 اردو قواعد 4
2.1 علم ہجا 4
2.2 علم صرف 5
3 اردو قواعد کی تدریس 5
4 فن شاعری 7
4.1 شعر 8
4.2 مصرعہ 8
4.3 وزن و بحر 9
4.4 قافیہ 9
4.5 ردیف 11
4.6 بند 13
4.7 مطلع اور مقطع 13
5 علم بیان 14
5.1 تشبیہ 14
5.2 استعارہ 15
5.3 مجازِ مُرسَل 16
5.3.1 جُز بمعنی کُل: 17
5.3.2 کُل بمعنی جُز: 17
5.4 کنایہ 17
6 صنائع لفظی 18
6.1 تجنیس 18

6.2 صنائع معنوی 18
6.3 ایہام 19
6.4 تجاہلِ عارفانہ 19
6.5 تضاد 20
6.6 تلمیح 20
6.7 حسنِ تعلیل 21
6.8 لف ونشر 21
6.9 مبالغہ 22
6.10 مراعات النظیر 22
7 خلاصہ 23

1 تمہید

کسی بھی زُبان کا علم، خواہ وہ مادری زبان کی حیثیت سے ہو یا غیر مادری زُبان کے طور پر، اُسے سیکھنے سمجھنے کے کچھ بنیادی اصول اور ضابطے ہوتے ہیں اور انھیں کے مطابق اس زُبان کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔ زُبان کے یہ اصول قواعد کہلاتے ہیں۔ قواعد کا علم زُبان کو صحیح بولنے، پڑھنے اور لکھنے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ اسی طرح شاعری کے معاملے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ شاعر اپنے اظہار کو موثّر اور خوبصورت بنانے کے لیے زبان وبیان کے کچھ ایسے وسائل استعمال کرتا ہے جن کی تفہیم کے بغیر شعر سے پوری طرح لطف اندوز نہیں ہوا جا سکتا۔ فنِ شاعری میں ان وسائل کو صنائع بدائع کہا جاتا ہے، مثلاً تشبیہ، استعارہ، مجاز، کنایہ، تجنیس، تلمیح، ایہام اور تضاد وغیرہ۔ زبان وبیان کے یہ مختلف پیرائے شعر میں معنی کی متعدد جہتوں کا اضافہ بھی کرتے ہیں۔ اس مطالعے میں چونکہ کلام کی لفظی و معنوی خوبیوں کو بیان کیا جاتا ہے اس لیے اسے علمِ بیان کا نام دیا گیا ہے۔

2 اردو قواعد

آیئے سب سے پہلے ہم اردو قواعد کے بارے میں گفتگو کریں۔ قواعد زبان کی سائنس کہلاتی ہے۔ اس کے ذریعے زبان کی ساخت کا علم ہوتا ہے۔ قواعد کی تعلیم سے زبان کا خالص مربوط اور مرتب استعمال سیکھا جاتا ہے۔ مثلاً الفاظ اپنی شکلیں اور چولے کیسے بدلتے ہیں۔ پھر کس طرح ادا کیے جاتے ہیں۔ لب و لہجے کی تبدیلی سے کس طرح ان کے مفاہیم بدل جاتے ہیں۔ پھر ان الفاظ کو جملے میں کیسے استعمال کیا جاتا ہے اور جملے میں استعمال کرتے وقت ان کی کیا صحیح صورت ہوتی ہے۔ الفاظ جب کسی خاص ترتیب کے ساتھ جملے میں استعمال ہوتے ہیں تو مفہوم کیسے بدلتا ہے۔ ان سب باتوں کی وضاحت اور صراحت قواعد کے ذریعے ہوتی ہے۔ استاد طلبا کو بتائیں کہ قواعد کسی زُبان میں حروف کی تعداد، الفاظ کی بناوٹ اور اقسام، ان کے باہمی ربط، تراکیب اور جملوں کی ترتیب سے تعلق رکھنے والے اصولوں اور ضابطوں کا نظام ہے، جس کے علم سے زُبان کے صحیح استعمال کا شعور حاصل ہوتا ہے۔ اردو قواعد کے ان اصولوں اور ضابطوں کو مختلف قسموں میں رکھا گیا ہے:

1۔ علمِ ہجا

2۔ علمِ صَرف

3۔ علمِ نحو

4۔ علم بلاغت

5۔ علمِ عروض

2.1 علمِ ہجا

علمِ ہجا میں حروف کی تعداد، اقسام، اشکال اور اعراب سے متعلق معلومات فراہم کی جاتی ہے۔ حروف کے ہجے کرنے یا مخارج کے طریقے بھی بتائے جاتے ہیں۔ مخارج سے مراد منہ میں زُبان کی آوازوں کو ادا کرنے کے مقامات یعنی ہونٹ، دانت، تالو وغیرہ سے ہے۔

2.2 علمِ صَرف

علمِ صَرف، وہ علم ہے جس میں الفاظ کی ساخت، اقسام اور ایک لفظ سے دوسرے لفظ کے تعلق کے بارے میں بتایا جاتا ہے۔ علمِ نحو میں جملوں کی ساخت اور نوعیت سے بحث کی جاتی ہے۔ اسی طرح علمِ بلاغت میں نثر و نظم کو بہتر انداز سے ادا کرنے کے طریقوں کا بیان ہوتا ہے جو علم بیان اور علمِ بدیع کے تحت آتے ہیں۔ علم عروض میں ردیف، قافیہ، شعر کے وزن، بحر اور تقطیع وغیرہ کے متعلق گفتگو کی جاتی ہے۔

3 اردو قواعد کی تدریس

عام طور پر اردو قواعد کی تدریس کے جو طریقے رائج ہیں ان میں ایک استخراجی طریقہ ہے۔ استخراجی طریقے میں تعریفیں، اصطلاحیں اور اصول باور کرنے پر زور دیا جاتا ہے۔ اس طریقے کے تحت طلبا کو بغیر سمجھائے تعریفیں اور اصطلاحات زبانی یاد کرائی جاتی ہیں۔ پھر ان کا اطلاق مثالوں کے ذریعے بتایا جاتا ہے۔ قواعد کی تدریس کا یہ طریقہ معلم مرکوز ہے۔ اس سے طالب علم کا علم محدود رہتا ہے۔ وہ تعریف کے ساتھ چند مثالیں رٹ لیتا ہے اس سے آگے اس کی نگاہ نہیں جاتی۔ اگر وہ کوئی مثال بھول جائے تو وہ اس کی جگہ اپنی طرف سے مثال دینے سے قاصر رہتا ہے۔ یہ طریقہ غیر دلچسپ اور خشک بھی ہے۔ لہٰذا اس سے بچنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

ایک اور طریقہ استقرائی طریقہ ہے۔ استقرائی طریقۂ تدریس میں مناسب مثالوں کے ذریعے قواعد کے اصول طلبا کی مدد سے اخذ کرائے جاتے ہیں۔ یہ آموزش کے بنیادی اصول کے تحت ہے اس میں زیادہ تر زور استعمال پر ہوتا ہے۔ اس میں وہ امور عملی طور پر سکھائے جاتے ہیں جو زبان کے بولنے پڑھنے اور لکھنے کے عمل میں کام آتے ہیں۔ قواعد کی تدریس کے اس طریقہ کار کو یہاں دیے گئے دائرے کی شکل میں سمجھا جاسکتا ہے:

استقرائی طریقے میں رٹنے اور رٹانے سے گریز کیا جاتا ہے۔ ان نکات کے ذریعے اس طریقہ تدریس کو زیادہ دلچسپ اور موثر بنایا جاسکتا ہے:

- عملی قواعد کی تدریس متن میں شامل مثالوں سے کی جائے۔
- عملی قواعد کی تدریس سوالات کی مدد سے کی جاسکتی ہے۔
- قواعد پڑھاتے وقت تدریس کی ابتدا جملے سے کی جائے اور جملے کے اجزا کو بنیاد بنایا جائے۔
- عملی قواعد کی تدریس متن اساس ہونا چاہیے۔

قومی درسیات کا خاکہ-2005 کی سفارشات کے مطابق پر لطف آموزش ضروری ہے اور چوں کہ قواعد قدرے خشک موضوع ہے لہٰذا اس کی تدریس و تفہیم آسان اور پر لطف ہونا ضروری ہے۔ اسی لیے اب قواعد کو عملی قواعد کے طور پر اس طرح پڑھایا اور سمجھایا جاتا ہے کہ بچہ اس کے مفہوم اور اس کی نوعیت و افادیت سے بآسانی واقف ہو جاتا ہے اور متن کی تفہیم کے ساتھ ساتھ اس کی آموزش اور زبان و ادب کے تئیں اس کی دلچسپی بھی برقرار رہتی ہے اور اس طرح وہ زُبان و ادب کے معیار سے مانوس ہو جاتا ہے۔

عملی قواعد میں پہلے مثالوں کے ذریعے متعلقہ قواعد پر ایسا مواد پیش کیا جاتا ہے کہ جس کی مدد سے قواعد مثلاً اسم، فعل، ضمیر، صفت وغیرہ کی تفہیم میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے اور طلبا کو رٹنے یا بار بار یاد کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

مثال کے طور پر اگر ہم طلبا کو مترادف الفاظ (Synonyms) سے واقف کرانا چاہتے ہیں تو بعض جملوں کا انتخاب کرتے ہیں اور طلبا سے ان جملوں میں خط کشیدہ الفاظ پر غور کرنے کے لیے کہتے ہیں:

- ان کی زندگی عیش و آرام میں گزری۔
- اتحاد و اتفاق ہی سے قوم ترقی کرتی ہے۔
- ایسا تو میرے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا۔
- میل ملاپ، خلوص اور ہمدردی انسان کے اخلاق کو اجاگر کرتے ہیں۔
- انھوں نے مقابلے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

بات میں زور پیدا کرنے کے لیے ہم کبھی جملوں میں ایسے الفاظ لاتے ہیں جو معنی کے اعتبار سے ایک دوسرے سے قریب ہوتے ہیں۔ دونوں لفظوں کے معنی یکساں ہوتے ہیں۔ ”اتحاد و اتفاق“ اور ”خواب و خیال“ کی ترکیبوں میں بھی (جو حرف عطف واو سے جوڑی گئی ہیں) لفظوں کے معنی ملتے جلتے ہیں۔ ان کے علاوہ دوسری مثالوں ”میل ملاپ“ اور ”بڑھ چڑھ کر“ میں کوئی حرف عطف نہیں مگر یہ بھی معنی کے لحاظ سے یکساں ہیں۔

”وہ الفاظ جو معنی میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں، انھیں مترادف الفاظ کہا جاتا ہے۔“

مترادف لفظوں کے لیے ضروری نہیں ہے کہ دونوں الفاظ ہمیشہ ایک ساتھ استعمال کیے جائیں۔ جیسے خوف و ڈر یا شبنم اور اوس ایک دوسرے کے مترادف ہیں لیکن انھیں ایک ساتھ استعمال نہیں کیا جاتا۔

اسی طرح متضاد الفاظ (Antonyms)، محاورے، روز مرہ اور کہاوتیں وغیرہ کی تدریس کی جاسکتی ہے۔ استاد کو چاہیے کہ وہ دیے گئے نمونے کے مطابق درسی کتب میں شامل اسباق کی تدریس کے دوران ہی سبق سے متعلق عملی قواعد کی تدریس بھی کریں اور طلبا سے درسی مواد پر مبنی عملی مشقیں بھی کرائیں۔

4 فن شاعری

شاعری کی تدریس میں مختلف شعری اصناف مثلاً غزل، قصیدہ، مثنوی، مرثیہ اور نظم وغیرہ کی تدریس شامل ہے۔ دورانِ تدریس صرف اتنا بتا دینا ہی کافی نہیں ہے کہ غزل کیا ہے اور قصیدہ کسے کہتے ہیں؟

شاعر اپنے اظہار کو موثّر اور خوبصورت بنانے کے لیے زبان و بیان کے کچھ ایسے وسائل بھی استعمال کرتا ہے جن کی تفہیم کے بغیر شعر سے پوری طرح لطف اندوز نہیں ہوا جاسکتا۔

فنِ شاعری میں ان وسائل کو صنائع و بدائع کہا جاتا ہے۔ زبان و بیان کے یہ مختلف پیرائے شعر میں معنی کی متعدد جہتوں کا اضافہ بھی کرتے ہیں۔

اس مطالعے میں چونکہ کلام کی لفظی و معنوی خوبیوں کو بیان کیا جاتا ہے اس لیے اسے علمِ بیان و بدیع کا نام دیا گیا ہے۔

شاعری کے مطالعے کا عام اور بڑا مقصد مسرت کا حصول یا لطف اندوزی ہے۔ شاعری قاری یا سامع کے حواس کو متحرّک کرتی ہے اس لیے اس کے مطالعے میں آہنگ پر بحث کرنے والے علم عروض کی بھی خاص اہمیت ہے۔ شاعری کی تدریس کے وقت معلّم کو اس علم کی کچھ شُدبُد ضرور ہونی چاہیے۔ اس سے وہ نہ صرف شعر کو صحیح طریقے سے پڑھ سکتا ہے بلکہ اپنے طلبا کو شاعری سے محظوظ بھی کر سکتا ہے۔ شعر کی صحیح قرات سے اس کے الفاظ، شعری تراکیب اور لفظیات کے پوشیدہ معنی واضح ہو جاتے ہیں اور شاعری کا مطالعہ ادھورا نہیں رہتا۔

4.1 شعر

آیئے سب سے پہلے شعر کے بارے میں بات کریں۔ غور کریں کیا نثر اور شعر دونوں ایک ہی ہیں یا ان میں کچھ فرق بھی ہے؟ جی ہاں! نثر اور شعر کا فرق بہت واضح ہے۔ لفظوں کی ایک خاص ترتیب کی وجہ سے شعر میں بات زیادہ پُر اثر ہو جاتی ہے۔ یعنی شعر وہ کلام ہے جس میں لفظوں کی ایک ایسی خاص ترتیب یعنی موزونیت ہو اور اسے پڑھ یا سن کر ایک خاص اثر پیدا ہو جائے۔

اصطلاح میں موزوں اور مقفّیٰ کلام کو جو دو مصرعوں پر مشتمل ہو، شعر کہا جاتا ہے۔ مثلاً

دلِ   ناداں   تجھے   ہوا   کیا   ہے
آخر   اس   درد   کی   دوا   کیا   ہے

4.2 مصرعہ

شعر دو موزوں سطروں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اس کی ہر سطر کو مصرعہ کہتے ہیں۔ پہلے مصرعے کو مصرعۂ اولیٰ اور دوسرے کو مصرعۂ ثانی کہا جاتا ہے۔ مثلاً:

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں   (مصرعۂ اولیٰ)

اب دیکھیے ٹھرتی ہے جا کر نظر کہاں (مصرعۂ ثانی)

سارے جہاں سے اچھّا ہندوستاں ہمارا (مصرعۂ اولیٰ)

ہم بلبلیں ہیں اِس کی یہ گلستاں ہمارا (مصرعۂ ثانی)

جب ہم کسی مصرعے یا شعر کو کہیں نقل کرتے ہیں تو شعر کو اس 'ؔ' علامت کے ساتھ اور مصرعے کو اس 'ؑ' علامت کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں۔

4.3 وزن و بحر

آپ جانتے ہیں کہ کسی چیز کو تولنے، وزن کرنے یا ناپنے کے لیے مختلف قسم کے باٹ اور پیمانے مقرّر ہیں جیسے: گرام، لیٹر، میٹر وغیرہ۔ ٹھیک اسی طرح شعر کہنے اور اسے پرکھنے کے بھی خاص پیمانے ہیں۔ اس پیمانے کو 'بحر' کہا جاتا ہے۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ شعر کو ناپنے کے لیے کچھ خاص الفاظ ہیں جو 'ارکان' کہلاتے ہیں۔

شاعری میں مختلف اوزان کے مطابق شعر کہے جاتے ہیں۔ وزن کے لیے استعمال کیے جانے والے الفاظ ہمیشہ ایک خاص ترتیب و آہنگ کے ساتھ لائے جاتے ہیں۔ اس سے مصرعے یا شعر میں لے، آہنگ اور موزونیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی وزن ایک ایسا پیمانہ ہے جو شعر کو نثر سے مختلف بناتا ہے۔

شاعری کی کل انیس بحریں ہیں جن سے اردو شاعری میں بہت سے اوزان نکلتے ہیں۔ انھیں اوزان میں شاعری کی جاتی رہی ہے۔

مختلف اوزان اور بحروں سے تفصیلی واقفیت کے لیے علمِ عروض کی کتابوں کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

4.4 قافیہ

یہ شعر پڑھیے

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

ہستی اپنی حَباب کی سی ہے
یہ نمائش سَراب کی سی ہے

پھول کھلے ہیں گلشن گلشن
لیکن اپنا اپنا دامن

یہاں دیے گئے شعروں میں خط کشیدہ لفظوں پر غور کیجیے:

- دم کم
- جہاں امتحاں
- حباب سراب
- گلشن دامن

یہ لفظ ایک جیسی آواز پر ختم ہوتے ہیں اوران سب میں آخری حرف یا حروف مشترک بھی ہیں، جیسے دم اور کم میں 'م'۔ حباب اور سراب میں 'اب'۔ جہاں، امتحاں میں 'اں'۔ اور گلشن اور دامن میں 'ن'۔

یعنی وہ لفظ جو یکساں آواز اور یکساں حرف یا حروف پر ختم ہوتے ہیں، انھیں قافیہ کہتے ہیں۔ قافیے سے شعر میں نغمگی اور ترنّم پیدا ہوتا ہے۔ ذیل کی مثالوں میں قافیوں کو پہچانیے:

اک معمّا ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا
زندگی کاہے کو ہے خواب ہے دیوانے کا

4.5 ردیف

قافیے کے تعلق سے آپ نے ابھی کئی شعر پڑھے۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

ہستی اپنی حَباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے

پھول کھلے ہیں گلشن گلشن
لیکن اپنا اپنا دامن

چوتھے شعر کے قافیے تھے، 'گلشن' اور 'دامن'۔ یہ شعر تو قافیے پر ہی ختم ہو گیا۔ اس کے بعد اور شعر دیکھیے۔ ہر شعر میں قافیے کے بعد کچھ اور بھی ہے۔

پہلے شعر میں 'دم' اور 'کم' قافیوں کے بعد 'نکلے'۔

دوسرے شعر میں 'جہاں' اور 'امتحاں' قافیوں کے بعد 'اور بھی ہیں'۔

اور تیسرے شعر میں 'حباب' اور 'سراب' قافیوں کے بعد 'کیسی ہے'۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ "عام طور پر اشعار میں قافیے کے بعد جو لفظ یا الفاظ دہرائے جاتے ہیں، انھیں ردیف کہتے ہیں۔"

ردیف کی کچھ اور مثالیں دیکھیے:

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

جو گزری مجھ پہ مت اُس سے کہو ہُوا سو ہُوا
بلا کشانِ محبت پہ جو ہُوا سو ہُوا

وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ وزن اور قافیہ شعر کے لازمی جزو ہیں۔ البتہ ردیف شعر کے لیے ضروری نہیں ہے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ ردیف سے شعر کی نغمگی، حسن اور اثر آفرینی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

4.6 بند

نظم کی ساخت میں مقرّرہ مصرعوں کا مجموعہ بند کہلاتا ہے جو کہ دو سے زیادہ مصرعوں پر مبنی ہوتا ہے۔ مثلاً مسدّس چھے مصرعوں کا بند ہوتا ہے۔

ناگاہ یہ آوازِ علی دشت سے آئی
شبّیر، خبر لے کہ تصدّق ہُوا بھائی

چِلّائی یہ زینب کہ دُہائی ہے دُہائی
حضرت نے کہا ، لٹ گئی بابا کی کمائی

تشریف شہِ ہر دوسَرا ، لائے ہیں ، زینب
عبّاس کے لاشے پہ علی آئے ہیں، زینب

اسی طرح مثّلث، مربّع، مخمّس، مسبع وغیرہ بند کی دوسری صورتیں یا ہیئتیں ہیں۔

4.7 مطلع اور مقطع

غزل یا قصیدے کا پہلا شعر جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں، اسے مطلع کہا جاتا ہے۔ مثلاً:

مفلسی سب بہار کھوتی ہے
مرد کا اعتبار کھوتی ہے

اس مطلع میں بہار اور اعتبار قافیے ہیں۔ اسی طرح:

دردِ مِنّت کشِ دوا نہ ہُوا
میں نہ اچھا ہوا ، برا نہ ہُوا

اس مطلع میں ’دوا‘ اور ’بُرا‘ قافیے ہیں۔غالب کے قصیدے کا مطلع

ہاں ، مہِ نو سُنیں ہم اس کا نام
جس کو تو جُھک کے کر رہا ہے سلام

غزل کا آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلّص استعمال کرتا ہے، اسے مقطع کہتے ہیں مثلاً:

مؔیر صاحب زمانہ نازک ہے
دونوں ہاتھوں سے تھامیے دستار

5 علمِ بیان

وہ علم جس کے ذریعے ہم کسی بات یا کلام کو دل کش اور پُر اثر بناتے ہیں، علم بیان کہلاتا ہے۔یعنی علمِ بیان کے تحت شاعری میں استعمال کیے گئے تشبیہ ،استعارہ، مجاز مرسل اور کنایہ وغیرہ کی تعریف، خصوصیات اور اقسام کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

5.1 تشبیہ

دو مختلف چیزوں میں مشابہت قائم کرنے کا نام تشبیہ ہے۔ان اشعار پر غور کیجیے:

بہار بے سپرِ جام و یار گزرے ہے

نسیم تیری سی سینے کے پار گزرے ہے

گزر مرا، ترے کوچے سے یوں ہے اے ظالم
کہ جیسے ریت سے پانی کی دھار گزرے ہے

پہلے شعر میں نسیم کی رفتار کو تیر کی رفتار سے اور دوسرے شعر میں میرے گزرنے کو ریت پر سے پانی کی دھار گزرنے سے مشابہت دی گئی ہے۔اس عمل کو تشبیہ کہتے ہیں۔ان تشبیہوں میں نسیم مشبہ اور تیر مشبہ بہ ،میرا گزرنا مشبہ اور ریت پر پانی کی دھار کا بہنا مشبّہ بہ ہے۔خیال رہے کہ جس چیز سے تشبیہ دی جاتی ہے اسے مشبہ بہ کہتے ہیں اور جس چیز کی تشبیہ دی جائے اسے مشبہ کہتے ہیں۔ان دونوں کو مشابہ بتانے والے الفاظ 'سی' اور 'جیسے' حروف تشبیہ کہلاتے ہیں(طرح، مثل، گویا وغیرہ دوسرے حروف تشبیہ ہیں)۔

5.2 استعارہ

استعارہ لفظ مستعار سے بنا ہے جس کے معنی ادھار لینا ہے۔اسی لیے استعارے میں لفظ اپنے لغوی معنی کے بجائے کسی اور معنی میں استعمال ہوتا ہے۔اور جب کوئی لفظ اپنے اصل معنی کے بجائے مجازی معنی میں استعمال کیا جائے اور دونوں معنوں میں تشبیہ کا رشتہ ہو اور اس میں وجہ تشبیہ اور حرفِ تشبیہ واضح نہ ہو تو اسے استعارہ کہتے ہیں۔مثلاً

وہ شورشیں، نظامِ جہاں جن کے دم سے ہے
جب مختصر کیا انھیں ، انساں بنا دیا

اس شعر میں دنیا کی شورشوں (کے مجموعے) کو انسان کہا گیا ہے۔یہ استعارے کا عمل ہے۔اسی طرح:

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رن ایک طرف ، چرخِ کہن کانپ رہا ہے

دو مختلف اشیا میں خواص کی یکسانیت کے لیے کسی سبب کی موجودگی ضروری ہے۔ اس طرح بننے والے استعارے میں جس شے کی خاصیت کو دوسری شے کی خاصیت قرار دیا ہے اسے (یعنی پہلی شے کو) مستعار لہٗ کہتے ہیں اور دوسری شے مستعار مِنہ کہلاتی ہے۔ حسرت موہانی کا ایک مشہور شعر ہے:

روشن جمالِ یار سے ہے انجمن تمام

دہکا ہوا ہے آتشِ گُل سے چمن تمام

دوسرے مصرعے میں آتش گل استعمال ہوا ہے۔ آتش گل سے مراد ہے دہکتا ہوا پھول یا بہت خوبصورت پھول۔ شاعر نے اس مصرعے میں یہ نہیں کہا کہ اس کے محبوب کا حسن آتشِ گل کے مانند ہے۔ اس نے صرف آتشِ گل کہا اور ہم نے سمجھ لیا کہ اس کا مطلب دہکتا ہوا پھول نہیں بلکہ جمال یار یعنی محبوب کا حسن ہے۔ یہاں لفظ کو اپنے اصل معنی کے بجائے مجازی معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

5.3 مجازِ مُرسَل

میر تقی میرؔ کا یہ شعر پڑھیے:

غضب آنکھیں، ستم ابرو، عجب منہ کی صفائی ہے

خدا نے اپنے ہاتھوں سے تری صورت بنائی ہے

یہاں دوسرے مصرعے میں لفظ ہاتھوں اپنے اصلی یا حقیقی معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے۔ اس سے مراد خدا کی قدرت ہے۔ مراد یہ ہے کہ شعر میں آنے والے ایسے الفاظ ہیں جن کے لغوی معنی کی بجائے مجازی معنی مراد لیے جاتے ہیں اسے مجاز مرسل کہتے ہیں۔ مثلاً کبھی جُز کہہ کر کُل یا اس کے برعکس کُل کہہ کر جُز سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً:

5.3.1 جُز بمعنی کُل:

جس سر کو غرور آج ہے یاں تاج وری کا

کل اس پہ یہیں شور ہے پھر نوحہ گری کا

یہاں ''سر'' سے مراد سر کا مالک یعنی پوری شخصیت ہے۔

5.3.2 کُل بمعنی جُز:

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے

دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

یہاں ''دشت کی ویرانی'' (کُل) سے ''گھر کی ویرانی'' (جُز) مراد ہے۔

5.4 کِنایہ

امیر مینائی کا ایک شعر ہے:

اس چمن میں طائرِ کم پَر اگر میں ہوں تو کیا

دور ہے صیاد ابھی اور آشیاں نزدیک ہے

اس شعر میں طائرِ کم پر سے مراد ہے کم اڑنے والا پرندہ۔ ایسا پرندہ جو تیز رفتار نہ ہو۔ کم پر کہہ کر شاعر نے بات واضح نہیں کی بلکہ بات پوشیدہ رکھی ہے۔ بات کا پوشیدہ رکھ کر کہنا یا مخفی اشارہ کنایہ کہلاتا ہے۔ ویسے کِنایہ کے معنی ہیں اشارہ یا پوشیدہ بات۔ اگر ملزم سے لازم مراد لیں تو یہ کنایہ ہو گا۔ یہ گویا مجاز مُرسل کی صورت ہے لیکن مجاز کی طرح کنایہ مجازی معنی کے ساتھ لغوی معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً سفید پوش سے مراد شریف، سفید ریش سے مراد بزرگ، اور قندیل فلک سے سے مراد چاند وغیرہ۔

منزلِ عشق پہ یاد آئیں گے کچھ راہ کے غم

مجھ سے لپٹی ہوئی کچھ گردِ سفر بھی ہو گی

اس شعر میں گردِ سفر راستے کی تکلیفوں کا کنایہ ہے۔

6 صنائع لفظی

اب آیئے صنائع لفظی کے بارے میں بات کریں۔ شاعری میں استادانہ مہارت کے ساتھ فنّی صنعتوں کے استعمال کو صنائع لفظی کہتے ہیں۔ شعر میں ایک یا زائد قافیوں کا استعمال، نقطوں یا بغیر نقطوں کی صنعت، تجنیس، تکرار، تاریخ گوئی، وغیرہ صنائع لفظی میں شامل ہیں۔

6.1 تجنیس

اس شعر پر غور کیجیے:

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اس شعر میں ''حق'' اور ''حق'' کی تحریر اور تلفّظ ایک ہے لیکن معنی مختلف ہیں '' سچ'' اور دوسرے کے معنی ہیں '' فرض۔''

اگر کسی شعر میں دو الفاظ تعداد، ترتیب اور تلفّظ میں یکساں لیکن معنی میں مختلف ہوں اسے تجنیس کہا جاتا ہے۔

6.2 صنائع معنوی

صنائع لفظی سے مراد وہ خوبیاں ہیں جو الفاظ کو خصوصی رعایت اور ہنر مندی کے ساتھ استعمال کرنے سے ہوتی ہیں۔ لفظی خوبیاں یعنی صنائع لفظی ذہن کو کلام کی فکری و معنوی خوبیوں کی طرف لے جائیں تو انھیں صنائع معنوی کہتے ہیں۔ یعنی شعر میں برتی گئیں وہ صنعتیں

جن کا انحصار معنی پر ہوتا ہے انھیں ضائع معنوی کہتے ہیں۔ ان میں ایہام، تجاہل عارفانہ، تضاد، تلمیح، حسن تعلیل، لف و نشر، مبالغہ، مراعات النظیر وغیرہ کا شمار کیا جاتا ہے۔

6.3 ایہام

ایہام سے شعر یا کلام میں قریب اور بعید دو طرح کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ شعر سننے والا قریب کے معنے کو قبول کر لیتا ہے لیکن شاعر کا مقصد دور کے معنی کی ترسیل ہوتا ہے جیسے:

پُرسشِ غم کو وہ آئے تو اک عالم، ہو گا

دیدنی کیفیت قلب و جگر بھی ہو گی

یہاں لفظ " عالم" کے دو معنی ہیں: کیفیت اور دنیا (زمانہ) یہاں شاعر کی مراد پہلے معنی سے ہے۔ یعنی کلام میں ایسے الفاظ کا استعمال جس کے دو معنے ہوں ایک قریب کے اور دوسرے دور کے، اور شاعر مراد دور کے معنی سے ہو تو لفظ کا یہ استعمال ایہام کہلاتا ہے۔

6.4 تجاہلِ عارفانہ

اس سے مراد ہے " جان بوجھ کر انجان بننا"۔ اس صنعت کو برتنے میں شاعر کا اظہار کچھ یوں ہوتا ہے گویا وہ کسی بات سے شعوری طور پر انجان بن رہا ہو، مثلاً

سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں

ابر کیا چیز ہے، ہَوا کیا ہے

اگر چہ شاعر ان سوالات کے جواب جانتا ہے لیکن وہ انجان بن کر سوال کر رہا ہے۔

6.5 تضاد

میرؔ کی غزل کا یہ مشہور شعر پڑھیے

یاں کے سپید و سیہ میں ہم کو دخل جو ہے سو اتنا ہے

رات کو رو رو صبح کیا یا دن کو جوں توں شام کیا

اس شعر میں ان لفظوں پر غور کیجیے: سپید سیہ، رات دن، صبح شام۔

شاعر نے ایسے الفاظ سے شعر کو سجایا ہے جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک اور شعر دیکھیے:

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی

بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا

خدائی اور بندگی میں تضاد ہے۔

6.6 تلمیح

شعر میں کسی مشہور تاریخی، غیر تاریخی یا مذہبی واقعے، شخصیت یا مقام یا مسئلے کی طرف اشارہ کرنے کو تلمیح کہتے ہیں مثلاً

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی

میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

اس شعر میں ابنِ مریم یعنی حضرت عیسیٰؑ کے اس معجزے کی طرف اشارہ ہے جس کی رو سے وہ مریضوں کو اچھا کر دیتے تھے۔ جب تک ان کے بارے میں نہ معلوم ہو شعر کا مفہوم واضح نہیں ہو سکتا۔ تلمیح کے استعمال سے شعر میں ایک بڑا مضمون مختصر لفظوں میں بیان ہو جاتا ہے۔

6.7 حسنِ تعلیل

غالؔب کا ایک شعر ہے

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں

خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

اس شعر میں مختلف قسم کے پھولوں کے کھلنے کا سبب یہ بتایا ہے کہ زمین کے اندر جو حسین چہرے اور ہستیاں دفن ہیں گویا انھیں کا عکس لالہ و گل میں نمایاں ہو گیا ہے۔ لالہ و گل یعنی پھولوں کا کِھلنا فطری عمل ہے مگر شاعر نے اس کچھ اور سبب بتایا ہے۔ شعر میں کسی واقعے کا وہ سبب بیان کرنا جو دراصل اس واقعے کا سبب نہ ہو، حسن تعلیل کہلاتا ہے، مثلاً یہ شعر پڑھیے

زیرِ زمیں سے آتا ہے جو گُل سُو زَر بکف

قاروں نے راستے میں لٹایا خزانہ کیا

گل پر زر آنا معمول کی بات ہے۔ لیکن یہاں شاعر نے اس کا سبب قارون کے خزانے کا زر زمیں سے نکل کر پھول پر آنا بتایا ہے۔ اس شعر میں گل پر زر آنے کو قارون کے خزانے کے زر کو زمین سے نکل کر گُل پر آجانے کا سبب بتایا گیا ہے۔

6.8 لف و نشر

اس صنعت کے لفظی معنی ہیں لپیٹنا اور پھیلانا۔ دراصل شعر کے ایک مصرعے میں چند خیالات یا اشیا کے بیان کرنے کو لف کہتے ہیں۔ انھیں سے معنوی مناسبت رکھنے والے دوسرے خیالات یا اشیا کو دوسرے مصرعے میں بیان کرنا نشر کہلاتا ہے مثلاً

نہ ہمت، نہ دل ہے، نہ قسمت، نہ آنکھیں
نہ ڈھونڈا ، نہ سمجھا، نہ پایا ، نہ دیکھا

یہاں پہلے مصرعے میں ہمت، دل، قسمت اور آنکھیں الفاظ ایک ساتھ استعمال کیے گئے ہیں۔ پھر ان کی مناسبت سے دوسرے مصرعے میں وضاحت کی گئی ہے۔ ہمت کے لیے ڈھونڈا، دل کے لیے سمجھا، قسمت کے تعلق سے پایا اور آنکھوں کے واسطے سے دیکھا الفاظ لائے گئے ہیں۔ شعر میں اس سے معنوی خوبی پیدا ہو گئی ہے۔

6.9 مبالغہ

شعر میں کسی شخص یا چیز یا بات کو بہت زیادہ بڑھا یا گھٹا کر بیان کرنا مبالغہ کہلاتا ہے۔

گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر
بھُن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر

6.10 مراعات النظیر

میر تقی میر کا ایک شعر ہے:

پتہ پتہ بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گُل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

پہلے مصرعے میں پتہ پھر بوٹا، دوسرے مصرعے میں گل اور باغ میں باہمی مناسبت ہے۔ شعر میں ایسے لفظوں کا استعمال جن میں معنوی مناسبت ہو، اسے مراعات النظیر کہتے ہیں۔ اس میں لفظوں کی مناسبت تضاد یا تقابل کی نہ ہو۔

7 خلاصہ

شاعری دراصل اظہار کا ایک اعلیٰ فن ہے، اس فن میں رموز شاعری کو سمجھنے کے لیے ان تمام نکات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے جس کا ابھی اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

****

Disclaimer	آن لائن کورس کے درسی مواد کی ترتیب وتدوین کے لیے این سی ای آر ٹی کی درسی ومعاون درسی کتابوں اردو زبان وادب کی تاریخ، اردو قواعد وانشا، اردو کی ادبی اصناف، رہنما کتاب، اردو تدریسیات، اردو زبان کی تدریس وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔